سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بصرہ اور اس کے قرب وجوار کی بستیوں میں فصیح البیان عرب آباد تھے۔ انھیں کے اقوال کو بصری علمار قابل حجت سمجھتے تھے کوفہ چونکہ بغداد سے قریب تھا اس لئے کوفی علمار دربارِ خلافت سے قریب ہے اور قابل ترجیح سمجھے گئے۔ اس ترجیح میں سیاست شروع سے آخر تک کارفرما رہی جس کے نتیجے میں کوفیوں کا قول ہر موقع ومحل پر نقل ہونے لگا۔ ان دونوں دبستانوں کی کشمکش ان کی ویرانی پر منتج ہوئی اور یہاں کے علمار بغداد منتقل ہوگئے اور آگے چل کر ایک دبستان بغداد کے نام معرض وجود میں آگیا جس پر کوفہ وبصرہ دونوں کی چھاپ تھی۔ حسب ذیل نحوی عباسی دور خلافت میں بہت پیش پیش تھے۔

سیبویہ

اس کا پورا نام ابوالبشر عمر بن عثمان تھا۔ فارس میں پیدا ہوا مگر بصرہ کے آب وگل میں نشونما ہوئی۔ نام سے زیادہ لقب 'سیبویہ' سے مشہور ہوا جس کے معنی 'رائحۃ التفاح' یعنی سیب کی مہک کے ہیں۔ بصری علمار کا امام تھا۔ شروع میں حدیث شریف وفقہ کا مطالعہ کیا اور لوگوں کو حدیثیں املا کرانے لگا۔ ایک روز وہ حماد بن سلمہ کی املا کرائی ہوئی ایک حدیث نوٹ کر رہا تھا جو اس طرح تھی "لیس من اصحابی احد الا لو شئت لاخذت علیہ، لیس أبا الدرداء" سیبویہ نے "أبو درداء" لکھ دیا۔ اس پر حماد نے خفا ہو کر کہا: سیبویہ تم غلطی پر ہو۔ یہ استثنار ہے تب سیبویہ نے کہا: اب میرے لئے لازم ہے کہ میں وہ علم سیکھوں جس کے بعد کوئی میری زبان میں غلطی نہ نکال سکے۔ پھر نحو کی جانب متوجہ ہوا اور خلیل بن احمد اور عیسیٰ بن عمر سے اس کی تعلیم حاصل کی[1] مادری زبان فارسی تھی مگر اس نے عربی سیکھ کر بڑی معرکتہ الآرا کتاب لکھی۔ فن نحو پر اس کی "الکتاب" نہایت

[1] جرجی زیدان ج ۲ ص ۱۱۳۔

اہم اور افضل مانی جاتی ہے جس کی عظمت کا اندازہ ابوالعباس مُبرّد اور ابوعثمان المازنی کے اقوال سے لگایا جاسکتا ہے۔ مبرّد خود بھی اپنے زمانہ کا جید نحوی تھا "الکتاب" کے بارے میں وہ اہل علم سے اس طرح پوچھتا: ھل رکبت البحر؟ (کیا تم نے سمندر (علم) کا سفر طے کیا؟ مازنی نے تو یہاں تک کہہ دیا: "من اراد ان یعمل کتابا کبیرا فی النحو بعد کتاب سیبویہ فلیستحی[1]" متقدمین اور متاخرین میں کوئی بھی علم نحو میں سیبویہ کی ٹکر کا نہ تھا اور نہ "الکتاب" کے مرتبہ کی کوئی کتاب لکھی جاسکی۔ مشہور انشاء پرداز جاحظ کا قول اس سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ ایک بار وہ خلیفہ معتصم عباسی کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے یہاں جانے کے ارادے سے نکلا تو سوچنے لگا کہ کون سی چیز وزیر کو تحفہ میں پیش کرے تو سیبویہ کی الکتاب سے بہتر کوئی تحفہ میری سمجھ میں نہ آیا جس کا اظہار بھی اس نے وزیر سے کر دیا کہ یہ اس نے مشہور نحوی الفرّاء کے ترکہ میں سے خریدی ہے۔ وزیر نے بھی کہا کہ اس ہدیہ سے بہتر اور کون ہدیہ ہوسکتا ہے میری لائبریری اس کتاب کے نہ ہونے سے سونی تھی۔ یہ تمہارا احسان ہے کہ تم نے مجھے الکتاب کا ہدیہ دیا[2]۔

سیبویہ نے ۱۸۳ھ (۷۹۹ء) بمقام بصرہ وفات پائی اور شیراز میں دفن ہوا۔ اس کی لوح تربت پر چند عربی اشعار کندہ تھے جن میں اسے اپنے زمانہ کا بزرگ تر انسان کہا گیا تھا[3]۔

مرور زمانہ کے باوجود الکتاب ہنوز سلامت ہے اور اس کے متعدد قلمی نسخے مصر کی خدیو لائبریری میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ پیرس سے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳۔ ۱۸۸۹ء) میں نامور مستشرق دیر بنورج نے دو ضخیم جلدوں میں شائع کی۔ یہ دونوں

---

[1] الفہرست ابن ندیم ص ۷۷۔ [2] ابن خلکان، ص ۳۸۵۔

[3] طبقات الادبار ص ۷۱۔

جلدیں ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان کے مسودات کے مطالعہ کے بعد دیرنبورج نے فرانسیسی زبان میں انتہائی کارآمد مقدمہ لکھا اور اس پر تبصرہ بھی کیا۔ پیرس کے علاوہ مصر ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۶ء) کلکتہ ۱۸۸۷ء سے اس کی نقل مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر یاہن نے ۱۳۱۲-۱۶ھ (۱۸۹۴-۹۸ء) میں اپنے مقدمہ کے ساتھ برلن سے شائع کی جس میں آٹھ سو بیس ابواب تھے۔ اس کا جزء اول کلمے اور اس کے اقسام، فاعل، مفعول پر مشتمل تھا۔ فعل اور اس کا عمل، مصدر کے احکام، حال، ظرف جر، بدل وغیرہ کا حال لکھا گیا تھا۔[1]

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ جو عام طور سے اپنے لقب کسائی سے مشہور رہا۔ فن نحو، لغت اور قرأت میں امام وقت تھا۔ وہ اپنے وقت کے دانشوروں میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کوفہ میں نشو نما پائی اور فنِ قرأت حمزہ زیّات سے سیکھی اور اس میں کمال پیدا کیا۔[2] قرأت کے ایک خاص اسلوب میں امتیاز حاصل کرنے کی وجہ سے یہ قرار سبعہ میں گنا جانے لگا۔ کسائی کو شعر و سخن سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور یہ مقولہ اس کے بارے میں زبان زدِ خاص و عام ہوگیا "لیس فی العلماء العربیۃ أجھل من الکسائی بالشعر" (عربی کے علماء میں کسائی سے بڑھ کر شاعری سے نابلد کوئی نہیں)، کہتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے عرب طلبار کے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ہانپتے ہوئے کہنے لگا "لقد عییت" (میں تھک گیا ہوں)، یہ جملہ اس کی زبان سے سن کر اس کے ساتھیوں نے کہا: تجالسنا وانت تلحن (ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو اور ہماری عربی زبان میں غلطی کرتے ہو) کیف لحنت ؟

[1] جرجی زیدان ج ۳ ص ۱۱۵۔ [2] ابن خلکان ج ص ۳ ۱۳۳

میں نے کونسی غلطی کی؟

انھوں نے اسے بتایا کہ اگر تم تھک گئے ہو تو بجائے عییت کے اعییت کہنا چاہیئے تھا۔ اس پر کسائی نے بڑی سبکی محسوس کی۔

نحو کے لئے کسائی کو ابوجعفر رؤاسی اور معاذ الھرا کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑا۔ کوفہ میں دل نہیں لگا تو بصرہ کی راہ لی اور خلیل بن احمد کی مجلس میں حاضری دی اس کا دریائی علم دیکھ کر کسائی انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔ اس نے خلیل بن احمد سے دریافت کیا: "اخذ لك هذا العلم؟" خلیل نے جواب دیا: "من بوادی الحجاز و نجد و تهامه" (یہ علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ خلیل نے بتایا حجاز، نجد اور تہامہ کے قصبات سے) وہ قصباتی قبائل میں نکل گیا اور انھیں میں گھومتا پھرتا رہا اور ان کے فصیح ترین علماء سے ان کی گفتگوئیں سنتا رہا حتی کہ اس نے روایت اور لغت میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا جس کی لگن اس کے دل میں تھی۔ خلیفہ ہارون رشید کسائی کی ذہانت ولیاقت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے بیٹے اور جانشین امین کا استاد مقرر کر دیا[۱]۔ کچھ دنوں برامکہ کے یہاں بھی اس کی آمدورفت رہی جنھوں نے اس کی حیثیت اور بلند کر دی[۲]۔ اس کے اشارہ پر ایک دن بھرے دربار میں سیبویہ اور کسائی کے درمیان فن نحو کے چند ایک نکات پر مناظرہ بھی ہوا تھا[۳]۔

کسائی نے نحو، قرأت اور ادب پر کئی کتابیں لکھیں مگر ان میں سے کوئی بھی ہم تک نہیں پہونچی اس میں شک نہیں کہ جب تک کسائی بقید حیات رہا کوفہ اور بغداد کی علمی دنیا پر چھایا رہا تقریباً بیس کتابوں کی تصنیف اس سے منسوب کی جاتی ہے جن میں اہم ترین کتاب معانی القرآن ہے۔ اس کے علاوہ کتاب النحو، کتاب النوادر، کتاب الھجا اور رسالہ لحن العامۃ وغیرہ ہیں رسالہ لحن العامہ کا ایک نسخہ برلن کی قومی لائبریری میں بھی موجود ہے[۴]۔

---

[۱] جرجی زیدان ج ۲ ص ۱۱۶۔ [۲] الفہرست ص ۲۹ [۳] طبقات الادبار ص ۸۱۔
[۴] جرجی زیدان ج ۲۔ ص ۱۱۶۔

اُستاذ الملک ملّا محمد افضل جونپوری

از مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی استاذ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم منگراواں اعظم گڈھ

شرقی عہد ۷۹۶ھ سے مغل بادشاہ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ کے زمانہ تک جون پور دیار پورب میں علوم وفنون کا مرکز رہا ہے مصر وشام اور دوسرے اسلامی ملکوں کے مقابلہ میں یہاں کے علماء وفضلاء نے اسلامی علوم پر کم کام نہیں کیا ہے[1]۔

جونپور کی تاریخ میں پچاسوں مدرسوں کا پتہ چلتا ہے جن میں ہزاروں طلباء وفضلاء علمی خدمت میں مصروف رہتے تھے ذیل میں یہاں کے مشاہیر علماء ومشائخ کی مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو اس کی مرکزیت کا کسی حد تک اندازہ ہوگا۔

عہد شرقی کے مشاہیر علماء ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری متوفی ۸۴۹ھ (۲) قاضی نظام الدین کیکلانی جونپوری مرتب فتاویٰ ابراہیم شاہیہ متوفی ۸۷۵ھ (۳) شیخ ابوالفتح المعروف بسون بریس جونپوری متوفی ۸۵۱ھ (۴) ملا بہرام منطق خطیب جامع مسجد ظفرآباد جونپوری (۵) قاضی نصیر الدین گنبدی جونپوری قاضی شہر جونپور (۶) شیخ عیسیٰ بن تاج الدین خلیفہ شیخ فتح اللہ اودھی جونپوری متوفی ۸۴۰ھ (۷) ملا عبدالملک بن عادل جونپوری استاذ ملا الہ داد شارح ھدایہ وغیرہ۔

عہد لودھی کے مشاہیر ملا علاء الدین الہ داد جونپوری متوفی ۹۲۳ھ (۲) شیخ حسن بن طاہر جونپوری (۳) شیخ سید نوربخش محمد جونپوری متوفی ۹۱۰ھ (۴) شیخ

---

[1] تاثر الکرام ج ۱ ص ۲۲۲

معروف چشتی جونپوری مدفون خالص پور ضلع اعظم گڑھ (۵) قاضی صلاح الدین بن خلیل جونپوری۔

عہد مغل کے مشاہیر

(۱) میر سید عبدالاول محدث جونپوری شارح بخاری شریف متوفی ۹۶۸ھ (۲) ملا محمد یوسف المعروف بقاضی خاں ظفرآبادی جونپوری م ۹۷۰ھ (۳) خواجہ محمد ارزانی مولف مدارج الاخبار جونپوری متوفی ۹۸۰ھ (۴) استاذ الملک ملا محمد افضل جونپوری (۵) ملا محمود بن محمد مصنف شمس بازغہ جونپوری متوفی ۱۰۶۲ھ (۶) دیوان محمد رشید مصنف مناظرہ رشیدیہ جونپوری متوفی ۱۰۸۳ھ (۷) ملا ضیاء الدین جونپوری استاذ شاہزادہ بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر۔ (۸) شیخ عبد القدوس قلندر متوفی ۱۰۵۲ھ (۹) قاضی محمد حسین جونپوری محتسب مجلس ترتیب فتاویٰ عالمگیری (۱۰) شیخ حامد بن ابو حامد جونپوری یکے از مرتبین فتاویٰ مذکور (۱۱) شیخ محمد جمیل بن عبدالجلیل جونپوری یکے از مرتبین فتاویٰ مذکور[۱] ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نامور علماء و فضلاء اس سرزمین سے ابھرے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں مدرسہ اور خانقاہ دونوں کو اپنی علمی و روحانی سرگرمیوں سے آباد رکھا۔ ان میں اعلم العلماء، افضل الفضلاء، جامع علوم و فنون قطب زماں استاذ الملک ملا محمد افضل عثمانی جونپوری کی ذات اپنے عہد میں خاص شہرت اور مخصوص مقام کی مالک ہے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بعد آپ جیسی ہمہ گیر اور جملہ علوم میں ماہر شخصیت سرزمین جونپور سے پیدا نہیں ہوئی۔ زیدی لکھتے ہیں۔

دمیکہ ملک العلماء جارۂ عدم پیمودند اہل جونپور ماتم الوداع علم کردند مگر ندانستند کہ بذات خود ملک العلماء برفت و خلعت فاخرہ علم لبس آئندہ استاذ الملک گذاشت[۲] آپ کا حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ اس زمانہ میں کوئی ذی علم ایسا نہیں تھا جس نے ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسب فیض نہ کیا ہو۔

تجلی نور میں ہے۔ کہ۔

---

۱ علمائے جونپور کا ماضی۔ ۲ تجلی نور ص۴۷

درآں زماں ہیچ کس نبود کہ پیش آں بلاواسطہ زانوئے ارادت تہ نکرد و سبق نہ آموخت صدہا بفیض درس و تعلیم شاں عالم العلوم و فاضل متبحر گشتند۔[۳]

اس مقالہ میں اسی فاضل یگانہ کے حالات پیش کئے جائیں گے۔ اس مضمون کی ترتیب میں حسب ذیل ماخذوں سے مدد لی گئی ہے۔

گنج رشیدی قلمی، گنج ارشدی قلمی، تجلی نور، سبحۃ المرجان، نزہتہ الخواطر، تذکرہ علمائے ہند ان کے علاوہ ملا افضل کے حالات بحر ذخار قلمی مصنفہ شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی، ریاض جونپور مصنفہ مولوی مہدی بن غلام شاہ جونپوری میں بھی ہیں لیکن یہ دونوں کتابیں انتہائی کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوسکیں اس لئے ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔

نام ونسب اور تاریخ ولادت

نام محمد افضل لقب استاذ العلماء اور استاذ الملک ہے سلسلہ نسب محمد افضل بن شیخ مفتی حمزہ بن شیخ فرید الدین بن شیخ بہار الدین عثمانی ہے شیخ عثمان ہارونی کی اولاد میں ہیں سلسلہ نسب اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوسکا۔

صوبہ اودھ کے مشہور تاریخی قصبہ ردولی میں ۱۶ رمضان ۹۷۷ھ کو بعہد جلال الدین اکبر پیدا ہوئے۔[۲]

آپ کے والد گردش زمانہ سے تنگ آکر اپنے آبائی وطن شہر دماوند مضافات مازندران کو خیرباد کہہ کر ہندوستان چلے آئے تھے اور ردولی میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

شیخ حمزہ زیور علم سے آراستہ تھے اس لئے عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے اور آپ کے تفقہ اور علم و فضل کا عملی اعتراف اس طرح کیا گیا کہ آپ کو عہدۂ قضا پر مامور کر دیا گیا۔[۳]

تعلیم و تربیت

استاذ الملک نے علم و فضل کے گہوارہ میں آنکھ کھولی تھی آپ کے والد ایک عالم فقیہ اور مفتی کی حیثیت سے شہر میں ممتاز تھے گھر میں فراغت و رفاہت

۱؎ تجلی نور ص ۳۴ ۲؎ نزہتہ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹ و تجلی نور ص ۳۴ ۳؎ نزہتہ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹۔

بھی تھی جس کا اثر استاذ الملک کی نشو نما پر بہت اچھا پڑا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں حاصل کی اور بہت جلد جملہ علوم و فنون میں دستگاہ پیدا کرلی پھر مزید تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور شیخ حسین عمری کے حلقۂ درس میں داخل ہوگئے یہاں سے فراغت کے بعد ملا ابو حلیفہ تلمیذ مخدوم الملک اور حکیم گیلانی سے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث پڑھیں اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر مسائل کے استنباط و تحقیق میں مہارت حاصل کی اس طرح بیس سال کی عمر میں تمام علوم مروجہ کی تحصیل و تکمیل سے فراغت پائی[1]۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تکمیل کے سلسلے میں آپ لاہور بھی گئے تھے۔

تبحر علمی آپ کے تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کی تبحر علمی کے سلسلے میں بڑے شاندار الفاظ لکھے ہیں۔

نزہۃ الخواطر میں ہے۔

وجد فی البحث والاشتغال حتی	تعلیم و تحصیل میں نہایت جانفشانی کی
برع فی العلم وافتی ودرس	تاآنکہ تمام علوم میں فاضل ہوگئے اور بیس سال
ولہ نحو عشرین وصار من اکابر العلماء[2]۔	کی عمر میں اکابر علماء میں شمار کئے جانے لگے۔

نور الدین زیدی لکھتے ہیں:۔

"در تحصیل علوم چناں ریاضتہا کشید و جانہا کند کہ بعمر بست سال فاتحہ فراغ خواند وطبع دقیقش نشتر زن عروق اشکالات و فکر بلیغش گرہ کشائے معضلات گشت[3]"

تذکرہ علمائے ہند میں ہے:۔

"افضل الفضلاء عصر اعلم العلماء دہر جامع علوم عقلیہ و نقلیہ متشرع و متقی خوش خلق سلیم المزاج بود[4]"

---

[1] تجلی نور ص ۴۴ [2] نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹ [3] تجلی نور ص ۴۴ [4] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۸۱

ردولی سے جونپور تعلیم وتحصیل علوم سے فراغت اور جملہ علوم وفنون مروجہ میں مہارت حاصل ہوجانے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمود عثمانی کو ساتھ لے کر ردولی کا قیام ترک کرکے دارالخیور شہر جونپور کی سکونت اختیار کرلی[1]۔

استاذ الملک نے ردولی کی سکونت کیوں ترک کی اور جونپور کب آئے اس سے تمام تذکرہ نویس خاموش ہیں۔

آپ نے ایسے دور میں آنکھیں کھولیں جب جونپور کے علوم وفنون کا غلغلہ پورے ہندوستان میں بلند تھا اس لئے قیاس ہے کہ یہ غلغلہ سن کر استاذ الملک جیسے شائق علوم کے دل میں اس مرکز علمی کی کشش پیدا ہوئی ہوگی اور آپ نے ردولی سے جونپور کا قصد کیا ہوگا پھر یہ سرزمین ایسی دل پسند ہوئی کہ یہیں کے ہو رہے۔

تذکرہ نگاروں کے سیاق کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فراغت تعلیم کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں جونپور چلے آئے تھے اس اعتبار سے جون پور میں آپ کی آمد ۱۰۱۰ھ کے حدود میں ہوئی ہوگی یہ زمانہ جونپور کے علمی شباب کا تھا اور وہاں متعدد مدارس کو تعلیمی مرکزیت حاصل تھی ان میں چند مشہور مدارس یہ تھے۔

(۱) مدرسہ ملا عبدالباری متوفی ۱۰۳۶ھ (۲) مدرسہ ملا محمد صادق متوفی ۱۰۶۴ھ (۳) مدرسہ ملا شمس الدین برنوی جونپوری متوفی ۱۰۴۷ھ (۴) مدرسہ مداریہ ملا مداری متوفی ۱۰۴۲ھ (۵) مدرسہ ملا خلیل متوفی ۱۰۷۹ھ (۶) مدرسہ ملا شیخ حامد جونپوری (۷) مدرسہ ملا سید مبارک وغیرہ[2]۔ استاذ الملک نے بھی اپنی قیام گاہ کے متصل دائرہ افضل کے نام سے ایک درس گاہ قائم کرکے تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔

اس مدرسہ نے بہت جلد شہرت ومقبولیت حاصل کرلی اور طلبار کا اتنا رجوعہ ہوا کہ تمام مدرسوں کی رونق سرد پڑگئی۔

---

[1] تجلی نور ص ۴۵۔ [2] علمائے جونپور کا ماضی۔